سوڈان: تعمیر و تخریب کے دوراہے پر!

حافظ محمد عبداللہ ○

دسمبر ۲۰۱۸ء میں یہی دن تھے جب خرطوم کی سڑکوں پر عوامی احتجاج کا شعلہ بھڑکا۔ وہ احتجاج روٹی کی قیمت تین گنا ہونے پر شروع ہوا تھا اور پھر مظاہروں کا نہ تھمنے والا سلسلہ چل نکلا۔ مسلح افواج کے ہیڈکوارٹر کے سامنے دھرنا دیا گیا اور تین عشروں سے جما ہوا عمرحسن البشیر کے مقتدر نظام کا دھڑن تختہ ہو گیا۔

عبوری حکومتی نظام، فوجی قیادت اور فوج کے مقرر کردہ سول نمایندوں پر مشتمل تھا، جس میں زیادہ تر کمیونسٹ اور نیشنلسٹ خیالات کے حامی شامل تھے۔ یہ عبوری حکومت 'عدل وانصاف کے قیام، حُریت و آزادی اور عام آدمی کی خوش حالی' کے نعروں کے ساتھ برسرِ اقتدار آئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ تین برس گزرنے کے بعد یہ سارے مقاصد، اہداف اور نعرے حاصل ہو سکے؟ اس جائزے سے پہلے ضروری ہے کہ صدر عمرحسن البشیر کے ۳۰ سالہ دورِاقتدار کا مختصر طور پر جائزہ لیا جائے۔

یہ ۱۹۸۹ء تھا جب عمرالبشیر فوجی انقلاب لے کر آئے۔ اس وقت سوڈان کی کمزور ترین حکومت کی باگ ڈور وزیراعظم صادق المہدی کے پاس تھی اور جنوب میں 'پیپلز موومنٹ' متعصب علیحدگی پسند عیسائی رہنما جون قرنق کی زیرقیادت دردِسر بنی ہوئی تھی۔ خدشہ ظاہر کیا جا رہا تھا کہ سوڈان کا سارا جنوب جون قرنق کے قبضے میں چلا جائے گا۔ ان حالات میں کچھ فوجی افسروں نے جنرل عمرحسن البشیر کی زیرقیادت المہدی حکومت کا تختہ پلٹا اور ملک میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

اقتدار کے ابتدائی کچھ برسوں میں انقلاب کی نظریاتی جہت کا تعین ڈاکٹر حسن الترابی

○ منصورہ، لاہور

[یکم فروری ۱۹۳۲ء- ۵مارچ ۲۰۱۶ء] اور ان کے رفقا پس منظر میں رہتے ہوئے کررہے تھے، جب کہ حکومتی اسٹیج پر نمایاں فوجی چہرے نمایشی حیثیت رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ بیرونی طاقتوں کی مدد واعانت کی حامل اپوزیشن کی طرف سے فوجی حکومت کی مخالفت میں شدت آتی گئی، اور اپوزیشن کے کچھ گروہوں نے مسلح مزاحمت شروع کی، نیز ملک کے فیصلہ ساز مراکز میں دوئی کی بنا پر فیصلہ سازی میں تضادات نمایاں ہونے لگے، تو مناسب یہی سمجھا گیا کہ ڈاکٹر حسن الترابی اور حکومت کے اعلیٰ عہدے داران 'حزب المؤتمر الوطنی' کے پلیٹ فارم سے سامنے آکر اپنی سرکاری حیثیت میں شرکت اقتدار اور فیصلہ سازی کے عمل میں باقاعدہ شامل ہوجائیں۔ تاہم، اسپیکر اسمبلی ہوتے ہوئے واضح ہوا کہ حسن الترابی وقت کی رفتار اور اپنی تبدیل شدہ حیثیت کو ٹھیک سے سمجھ نہیں پائے اور اپنی نئی حیثیت کو چیلنج کرنے والے عہدے داران سے اُلجھتے رہے۔

اس دور کے مقتدر نظامِ حکومت میں چونکہ حسن الترابی اور ان کے رفقائے کار فیصلہ کُن اثرورسوخ کے حامل تھے، لہٰذا حکومتی اقدامات خواہ قانون سازی کے ہوں یا انتظام وانصرام کے، ان میں اسلامی رنگ نمایاں نظر آتا تھا۔ بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس نمایاں اسلامی رنگ کی ایک وجہ جنوب کی طرف سے بڑھتا ہوا دباؤ بھی تھا۔ فیصلہ سازوں کے خیال میں متعصب علیحدگی پسند عیسائی رہنما جون قرنق، جو سیکولر اپوزیشن گروپوں کے اتحادی بھی تھے، ان کا مقابلہ جوابی اسلامی احیائی لہر اور اسلامی شعور اور اسلامی جوش وجذبے کی بیداری ہی سے ممکن تھا۔ یہی وہ عرصہ تھا، جس میں سوڈانی مقتدرہ نے جہاد کی دعوت کو نوجوانوں میں عام ہونے دیا اور اس طرح بہت سے ایسے مسلح گروہ سامنے آئے جو جنوب کے عیسائیوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں اپنی افواج کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار تھے۔

اسی عرصۂ اقتدار میں سوڈانی قوانین اور معاشرے کی اسلامائزیشن کا عمل شروع کیا گیا۔ اس سلسلے میں جو نمایاں کارنامہ سرانجام پایا وہ سوڈان کے دستور کی اسلامی تدوین تھی۔ دستور کا یہ اسلامی رنگ ۱۹۹۸ء کے دستور میں نمایاں نظر آتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''شریعت اسلامیہ، اجماع اُمت 'دستورا اور عرفا' قانون سازی کا مصدر ومنبع ہوں گے اور ان سے ہٹ کر ہرگز کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی''۔ اسلامائزیشن کا یہ عمل تقریباً انھی خطوط پر تھا، جو صدر جنرل ضیاء الحق

کے دور میں ہمارے ہاں انجام پاچکا تھا۔

تاہم، اسلامائزیشن کے اس عمل کی وجہ سے یہ عشرہ، پڑوسی ملکوں اور علاقائی و بین الاقوامی طاقتوں کی طرف سے سوڈان کے محاصرے پر منتج ہوا۔ ان سب ملکوں کی طرف سے دشمنی پر مبنی اس رویے کا مقصود دراصل اسلامائزیشن کے عمل کو روکنا تھا۔ یہ عشرہ ۱۹۹۳ء میں سوڈانیوں کے لیے امریکا کی طرف سے ابتلا اور آزمایش کا یہ پیغام بھی لے کر آیا کہ سوڈان کا نام دہشت گردوں کی پشت پناہی کرنے والے ممالک کی فہرست میں شامل کرلیا گیا۔ اب اگلے تین عشرے، سوڈانی عوام کو اس اعلان کی المناکیوں کو بھگتنا تھا۔ ملک کی درآمدات اور برآمدات تباہ ہوکر رہ گئیں۔ دُنیا کے بنکاری نظام سے سوڈان کا ناتا توڑ دیا گیا، جس کے سوڈان کی معیشت پر انتہائی خوفناک اثرات مرتب ہوئے۔ دوسری طرف خطے کی سیاسی صورتِ حال اس وقت یہ تھی کہ سوڈان کے پڑوسی ممالک ایتھوپیا، اری ٹیریا اور یوگنڈا کی مدد سے اپوزیشن اتحاد مسلح مداخلت پر تلا بیٹھا تھا۔ دوسری طرف مصر جسے سوڈان ہمیشہ اپنے مضبوط دفاعی حلیف اور پشتی بان کے طور پر دیکھتا رہا، اس نے مکمل لاتعلقی کا رویہ اپنا لیا۔

عمرحسن البشیر کی حکومت نے گمبھیر ہوتی ہوئی اس صورتِ حال کا تدارک یہ نکالا کہ اقتدار کے دوسرے عشرے میں علانیہ اسلامائزیشن کا عمل تقریباً روک دیا۔ ڈاکٹر حسن الترابی اور ان کے رفقا کو ایوانِ اقتدار سے بے دخل کر دیا گیا۔ ۱۹۹۸ء کے دستور میں ۲۰۰۵ء کے اندر ترمیم کردی گئی۔ اگرچہ دستور میں حسب سابق یہ الفاظ تو برقرار رکھے گئے تھے کہ شریعت اسلامیہ قانون سازی کا منبع و مصدر ہوگی، تاہم بہت ساری دفعات میں شریعت کے احکامات کو پہلے کی طرح برقرار نہیں رکھا گیا۔

مغرب کو خوش کرنے کے لیے کی جانے والی اس ساری کاوش کا حاصل تو کچھ نہیں نکلا بلکہ 'ڈومور' کے تقاضے کے ساتھ ان طاقتوں نے سوڈانی مقتدرہ کو مزید اَدھ موا کرنے اور اس کی قوت کو مضمحل اور شل کرنے کے لیے دارفور کے صوبہ میں علیحدگی پسند قوتوں کی نہ صرف سرپرستی اور مدد کی، بلکہ نسل کشی کے الزام میں صدر عمرحسن البشیر کے لیے انٹرنیشنل وار کرائمز ٹربیونل کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری کروا دیئے۔ عالمی طاقتوں سے موافقت اور ان کی ڈکٹیشن قبول کرنے کا یہ عشرہ آخرکار جنوبی سوڈان سے مکمل دست برداری اور بالفعل ایک عیسائی مملکت کے قیام پر منتج ہوا۔

یوں عمر البشیر حکومت نہ تو ملکی سالمیت برقرار رکھ سکی، اور نہ مقتدر حلقوں کی روزافزوں بدعنوانی کو

روک سکی۔ سوڈانی مقتدرہ چند گنے چنے افراد کے گرد گھوم رہی تھی اور ملک فساد اور رشوت ستانی کا گڑھ بنتا جارہا تھا۔ اس پر طرفہ یہ کہ مقتدرہ کی ساری کارستانیاں، اسلامائزیشن کے علَم بردار اسلام پسندوں کے کھاتے میں درج ہوتی جارہی تھیں۔ سسٹم میں فیصلہ کن اختیار رکھنے والے بیرونی طاقتوں سے مفاہمت اور ان سے طاقت کے حصول کی اُمیدیں لگائے بیٹھے تھے۔

بیرونی طاقتوں کی تائید وحمایت سے اقتدار اور سسٹم کو بچانے کے لیے ہی صدر عمر حسن البشیر نے دمشق کا دورہ کیا اور شام کے خونی ڈکٹیٹر بشارالاسد سے راہ و رسم بڑھائی۔ اسی طرح اقتدار کے اس آخری عرصے میں سوڈانی انٹیلی جنس سربراہ صلاح قوش کی اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کے سربراہ سے ملاقاتیں بھی دراصل اسی پالیسی کا شاخسانہ تھیں۔ اب مقتدرہ کی کوشش تھی کہ اپنے آپ کو مغرب کا قابلِ اعتماد حلیف بتائے اور اسلامائزیشن کی کوششوں کے ناقد اور گریزپا کے رُوپ میں پیش کرسکے۔ تاہم، اب ہاتھ پاؤں مارنے کا حاصل کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا، چند ماہ کے عوامی احتجاج کے بعد بالآخر ۱۱/اپریل ۲۰۱۹ء کو فوجی جنتا نے اپنے سابقہ سربراہ عمر حسن البشیر کی معزولی اور ایک فوجی مجلس سیادت کے قیام کا اعلان کردیا۔

چند ماہ بعد اگست ۲۰۱۹ء کو شرکت اقتدار کا فارمولا وضع کیا گیا جس کی رُو سے مجلس سیادت کے پانچ فوجی ممبران اور پانچ سویلین ممبران متعین کیے گئے۔ اس مجلس نے تین برس کے عرصے میں نئے انتخابات کی راہ ہموار کرکے نومبر ۲۰۲۲ء کو اقتدار کی باگ ڈور منتخب جمہوری حکومت کو سونپ دینی تھی۔ سوڈان میں مسلسل چہ مگوئیاں ہوتی رہی ہیں کہ مجلس سیادت کے سویلین ممبران کا چناؤ فوج نے خود کیا تھا، یا یہ نام مغربی طاقتوں کے فراہم کردہ تھے؟

اس مجلس سیادت کی قائم کردہ سول حکومت ملک کو کس ڈگر پر لے کر چل رہی تھی، اس کا اندازہ اس قانون سازی سے بخوبی ہوجاتا ہے، جو گذشتہ دو سالہ اقتدار کے دوران کی گئی ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ اس کا ایجنڈا عالمی طاقتوں کی رضاجوئی ہے۔

علاوہ ازیں مشرقی سوڈان کے علیحدگی پسندوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا گیا ہے جس میں یہ اعلان بھی شامل ہے کہ سوڈان کا مجوزہ دستور سیکولر بنیادوں پر استوار کیا جائے گا۔

یہ دیکھنا ضروری ہے کہ گذشتہ برسوں میں اس عبوری حکومت نے جو کچھ کیا ہے، اس کے نتائج کیا ہیں؟ اور کیا سوڈان کے مسلمان ان نتائج سے مطمئن ہیں؟ اکثر تجزیہ کار اس بات پر متفق ہیں کہ عام سوڈانی فرد اس حکومت کی کارکردگی سے مایوس بھی ہے اور ناراض بھی۔ اس وقت سوڈان کو تین بڑے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے: آئی ایم ایف کی پالیسیاں معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان خلیج کو وسعت دے رہی ہیں۔ غربت اور بے روزگاری کے ساتھ مہنگائی زوروں پر ہے۔

● **سوڈان کی اسلامی شناخت پر حملہ**: وہ سیکولر قوتیں جو فوجی قیادت اور عالمی سرپرستی میں اقتدار کے ایوانوں میں داخل ہیں، ایک واضح ایجنڈا رکھتی ہیں۔ اور وہ ہے سوڈان کے دستور اور قوانین کو ایک بار پھر سیکولر بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔ یہ قوتیں جانتی ہیں کہ سوڈانی عوام کی اکثریت مسلمان ہے اور وہ اس ایجنڈے کو قبول نہیں کرے گی۔ اس لیے یہ قوتیں چاہتی ہیں کہ عبوری اقتدار ہی میں اپنے ایجنڈے کی زیادہ سے زیادہ تکمیل کرلیں کیونکہ نوشتۂ دیوار اُن کے سامنے ہے کہ انتخابات کے نتائج ہماری حسبِ منشا نہیں نکلیں گے۔

سوڈان کی سالمیت اور وحدت کو درپیش خطرات ٹلے نہیں ہیں۔ جنوبی سوڈان کے بعد دارفور اور مشرقی سوڈان کی علیحدگی کی تحریکیں سرگرمِ عمل ہیں۔ ان چیلنجوں سے نمٹنے کا واحد طریقہ اسلام پسندوں کا اتحاد اور سوڈان کی اسلامی شناخت کی طرف مخلصانہ واپسی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انتخابات کے شفاف انعقاد کو یقینی بنانا ہے۔